[redacted] حصہ گرامر

نظم: نظم عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں، لڑی، نظم وضبط، موزوں کلام، شعر، بندوبست، انتظام وغیرہ۔ اصطلاح میں کسی مفہوم کو لفظوں کی خاص ترتیب سے پابند کر کے چھوٹی چھوٹی قطاروں میں اس طرح ادا کرنا کہ ان میں روانی اور ترنم ہو اور تسلسل قائم رہے نظم کہلاتا ہے۔ نظم گوئی میں موضوع انتخاب میں کوئی قید نہیں۔ سیاست، معیشت، مذہب، معاشرت، فلسفہ الغرض تمام موضوعات پر نظمیں تخلیق کی جا سکتی ہیں۔ مثال:

یکا یک ایک نور کا ---------- غبار شرق سے اٹھا
وہ رفتہ رفتہ بڑھ چلا ---------- اور آسماں پہ چھا گیا
حسینہء نمود نے ---------- یہ نقاب اٹھا دیا

آزاد نظم: اس نظم میں خیالات کو بے ساختگی اور روانی کے ساتھ براہِ راست بیان کیا جا سکتا ہے۔ یہ صنف ردیف اور قافیہ کی قید سے مکمل طور پر آزاد ہے۔ چنانچہ واقعہ نگاری، جذبات کی عکاسی اور زندگی کی جیتی جاگتی تصویروں کی منظر کشی اس صنف میں ہی کی جا سکتی ہے۔ مثال:

ہمیشہ دیر کرتا ہوں
ضروری بات کرنی ہو، کوئی وعدہ نبھانا ہو
اسے آواز دینی ہو، اسے واپس بلانا ہو
ہمیشہ دیر کرتا ہوں

مثنوی: مثنوی ثنا سے نکلا ہے جس کے معنی ہیں دو دو۔ اصطلاح میں مثنوی اس طویل نظم کو کہتے ہیں۔ جس میں عشق و محبت کی داستان یا کوئی تاریخی کہانی بیان کی جاتی ہے۔ اس کا ہر شعر دو دو مصرعوں پر مشتمل ایک مطلع ہوتا ہے اردو ادب میں میر حسن کی "سحر البیان"، اور نسیم لکھنوی کی "گلزار نسیم" مشہور ہیں۔ مثال:

ہوا شاہزادے کا دل بے قرار یہ دیکھی جو واں چاندنی کی بہار
کچھ آئی جو اس مہ کے جی میں ترنگ کہا: آج کوٹھے پہ بچھے پلنگ

حمد: وہ نظم جس میں اللہ تعالیٰ کی ثناء، صفت اور تعریف بیان کی جائے حمد کہلاتی ہے۔ خواہ وہ غزل کی ہیئت میں لکھی گئی ہو یا قصیدہ اور مسدس کی شکل میں اسے بہر حال حمد کہا جائے گا۔ مثال:

تو ہی نظر آتا ہے ہر شے پہ محیط ان کو جو رنج و مصیبت میں کرتے ہیں گلہ تیرا
آفاق میں پھیلے گی کب تک نہ مہک تیری گھر گھر لیے پھرتی ہے پیغام صبا تیرا

نعت: جس نظم میں آقائے نامدار حضرت محمد ﷺ کی تعریف اور صفت بیان کی جاتی ہے نعت کہلاتی ہے۔ مثال:

دل جس سے زندہ ہے وہ تمنا تمہی تو ہو ہم جس میں بس رہے ہیں وہ دنیا تمہی تو ہو
جلتے ہیں جبرئیل کے پر جس مقام پر اس کی حقیقتوں کے شناسا تمہی تو ہو

منقبت: منقبت اس نظم کو کہتے ہیں جس میں حضرت علیؓ، صحابہ کرامؓ اور بزرگان دین کی تعریف بیان کی جاتی ہے اور ان کے جذبہ ایثار کا ذکر کیا جاتا ہے۔ مثال:

علیؓ کو میں محمد ﷺ پر فضیلت دے نہیں سکتا مگر اپنے سے بہتر ڈھونڈ کر داماد لاتے ہیں

قطعہ: قطعہ کا مطلب ہے ٹکڑا لیکن شعری اصطلاح میں اشعار کے مجموعے کو کہتے ہیں جن میں مسلسل ایک ہی خیال بیان کیا گیا ہو۔ اس کے پہلے دو مصرعے آپس میں ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتے ہیں اور بعد میں آنے والے اشعار کا دوسرا مصرع بھی ہم قافیہ و ہم ردیف ہوتا ہے۔ یہ دو یا دو سے زائد اشعار پر مشتمل ہوتا ہے۔ مثال:

تم شوق سے کالج میں پھلو، پارک میں پھولو جائز ہے غباروں میں اڑو چرخ پہ جھولو
بس ایک سخن بندہء عاجز کا رہے یاد اللہ کو اور اپنی حقیقت کو نہ بھولو

قصیدہ: کسی زندہ شخص کی تعریف میں کہی جانے والی نظم کو کہتے ہیں جس میں زندہ شخص کی خوبیاں بیان کی جاتی ہیں اور آخر میں انعام

SOCHBADLOBYMAK

CamScanner

[redacted] کرام دینے کی درخواست کی جاتی ہے۔ مرزا غالب کے ایک [redacted]

صبح دم دروازۂ خاور کھلا — مہرِ عالم تاب کا منظر کھلا
خسروِ انجم کے آیا صرف میں — شب کو تھا گنجینۂ گوہر کھلا

قصیدے کے چار حصے ہوتے ہیں۔

(الف) تشبیب: قصیدے کی تمہید میں شروع میں آنے والے اشعار کو تشبیب کہتے ہیں۔ اس حصے میں حسن و عشق، باغ و بہار یا کوئی اخلاقی مضمون ہو تمہید بیان کیا جاتا ہے۔

(ب) گریز: تمہید میں کسی نہ کسی طریقے سے اس شخص کا تذکرہ ضرور ہوتا ہے جس کی تعریف قصیدے میں کی گئی ہو۔ چنانچہ شاعر تمہید سے ہٹ کر اصل مقصد کی طرف آتا ہے۔ تشبیب سے اصل مدعا کی طرف آنے کو گریز کہتے ہیں۔

(ج) مدح: یہ قصیدے کا مرکزی مضمون ہوتا ہے۔ اس میں ممدوح کی تعریف ہوتی ہے اور ساتھ ہی اپنی غرض یا اپنی اچھی بری حالت بیان کی جاتی ہے۔

(د) خاتمہ یا دعا: اس حصہ میں ممدوح کے لیے دعائیں کر کے قصیدہ ختم کیا جاتا ہے۔

۹۔ مرثیہ: وہ نظم جس میں کسی مردہ شخص کی تعریف بیان کی جاتی ہے اس کے اوصاف کا ذکر ہوتا ہے اور اس کی موت پر ماتم کا اظہار کیا جاتا ہے مرثیہ کہلاتی ہے۔ آجکل مرثیہ کی صنف شہدائے کربلا کے لیے مخصوص ہو کر رہ گئی ہے۔ اور اس میں اہلِ بیت کی شہادت اور ان کی بہادری اور ان پر ڈھائے جانے والے مظالم کا ذکر کیا جاتا ہے۔ مثال:

گفتگو مادر و فرزند میں ہوتی تھی آہ — روتی تھی فاطمہ مشتاقِ شہادت تھے شاہ
آستین غصہ میں ظالم نے چڑھائی ناگاہ — قہرِ جلاد پہ کی شاہ نے حسرت سے نگاہ
شمر نے پوچھا کوئی عذر تمہیں اب تو نہیں
بولے شہ دیکھ لے دروازے پہ زینب تو نہیں

۱۰۔ ارکانِ مرثیہ

مرثیہ کے نو ارکان ہوتے ہیں:

۱۔ چہرہ ۲۔ گریز ۳۔ رخصت ۴۔ آمد، ۵۔ رجز، ۶۔ جنگ، ۷۔ شہادت، ۸۔ بین، ۹۔ دعا

(۱) چہرہ: یہ مرثیے کا پہلا حصہ ہوتا ہے۔ اس کا مرثیے سے خاص تعلق نہیں ہوتا، اس کا موضوع بھی کوئی خاص نہیں ہوتا۔ عموماً کسی منظر، ہیرو کی تعریف یا مجلسِ عزا کی تعریف کے لیے اس حصے کو مخصوص کیا جاتا ہے۔ (ہیرو کی تعریف والا حصہ سراپا کہلائے گا)

(۲) گریز: چہرہ کے بعد گریز ضروری ہے۔ یہ مرثیے کا جاندار حصہ ہوتا ہے۔ یہاں شاعر ایک موضوع سے دوسرے موضوع کی طرف آتا ہے۔

(۳) رخصت: جب روانگی، الوداع، خاندان کے لوگوں سے مل کر میدانِ جنگ میں جانے کی اجازت طلب کرنا، بیان کیا جاتا ہے تو یہ موضوع رخصت کے حصے میں باندھا جاتا ہے۔

(۴) آمد: اردو مراثی میں آمد کے موضوع میں بتایا جاتا ہے کہ کیسے جنگجو میدانِ جنگ میں وارد ہوتا ہے، پھر دشمن کا دہشت سے کانپنا، ہتھیار سجانا یہ سب اس میں بیان کیا جاتا ہے۔ اس میں ممکن حد تک شاعر تخیل کا مظاہرہ کر سکتا ہے۔

(۵) رجز: اس حصے میں شاعر اپنی بہادری، اپنے کارنامے، گذشتہ جنگوں کا بیان، اپنے نام و نسب پر فخر کا بیان کر کے دشمن کو متاثر کرتا ہے۔

(۶) جنگ/ رزم: اس حصے میں شاعر لڑائی کی تصویر کشی، اس کا نقشہ کھینچتا ہے اور جنگی حالتوں کا بیان کرتا ہے۔ مرثیے کے اس حصے میں جنگ کی تیاری کا آغاز طلوعِ سحر کے ساتھ فوج کی صف بندی پھر جنگ کا آغاز، دونوں اطراف کی فوجوں کی ایک دوسرے کی طرف پیش قدمی بیان کی جاتی ہے۔

(۷) شہادت: شہادت ایک فطری موضوع ہے۔ عام طور پر شہادت کے بیان میں شاعر ایسے جواز تراشتے ہیں جو نا قابلِ یقین باتوں کو بھی مذہبی عقیدت کے سہارے قابلِ یقین بنا دیتے ہیں۔ اس میں مبالغہ ہوتا ہے۔

(۸) بین: اس میں شہادت کے بعد لاشوں پہ ماتم و فریاد، لوگوں کی آہ و بکا، ماں بہن رشتہ داروں کا گریہ کرنا اور شہید کی بہادری کا بیان کیا جاتا ہے۔

(۹) دعا: اس میں شاعر دعا مانگتا ہے گناہوں سے معافی کی، سخن میں تاثیر کی اور مومنین کی روزِ محشر بخشش طلب کرتا ہے۔ پھر اسے آخری بند قرار دے کر اس میں اپنا تخلص دے کر بند ختم کر دیتا ہے۔

SOCHBADLOBYMAK

CS CamScanner

ضروری ۔ ایسے متفرق اور مفرد اشعار شاعر کے دیوان میں فردیات کے عنوان سے درج ہوتے ہیں۔ مثال:

چند تصویرِ بتاں، چند حسینوں کے خطوط .... بعد مرنے کے مرے گھر سے یہ ساماں نکلا

۲۱۔ علم بیان : بیان کے معنی ہیں وہ شستہ و فصیح تقریر یا تحریر جس کے ذریعے انسان اپنے دل کی بات ظاہر کرے۔ تقریر و تحریر کی خوبیوں کی بحث کو علم بیان کہتے ہیں۔ علم بیان کی چار اقسام ہیں:۔ تشبیہ ۔ استعارہ ۔ کنایہ ۔ مجازِ مرسل

۲۲۔ صنائع / بدائع : صنائع : صناعت اور صنعت کی جمع ۔ کاریگری، ہنرمندیاں صنائع لفظی سے مراد الفاظ کی کاریگریاں اور صنائع معنوی سے مراد معنی و مفہوم کی کاریگری اور حسن پیدا کرنے والے طریقے

بدائع: بدیع کی جمع، عجائبات، نئی چیزیں۔ آسان الفاظ میں اسے علم بیان بھی کہا جاسکتا ہے۔ صنائع بدائع سے مراد وہ عجیب و غریب نکات اور باریکیاں جن کی مدد سے شعر خوبصورت اور دلچسپ ہو جاتا ہے، شاعری میں فصاحت و بلاغت آتی ہے اور یہ شعر کو پست سطح سے بلند سطح پر لے جاتا ہے۔ شاعری میں الفاظ کا خوبصورت استعمال اور اس میں صنعتوں کا استعمال اسے پسندیدہ بنا دیتا ہے۔ تشبیہ، استعارہ، مجازِ مرسل، کنایہ، صنعتِ تلمیح، صنعتِ تضاد، صنعتِ حسنِ تعلیل، صنعتِ تکرارِ لفظی، صنعتِ مراۃ النظیر، صنعتِ لف و نشر اور تجنیس ایسی چیزیں ہیں جن سے شعر و کلام میں آرائش کا کام لیا جاتا ہے۔

۲۳۔ تشبیہ : علم بیان کی رو سے ایک چیز کو کسی خاص مشترک صفت کی وجہ سے دوسری چیز کی مانند قرار دینا تشبیہ کہلاتا ہے۔ مثال:

نازکی اس کے لب کی کیا کہیے .... پنکھڑی اک گلاب کی سی ہے

اس شعر میں محبوب کے لب کو گلاب کی پنکھڑی سے تشبیہ دی گئی ہے۔

۲۴۔ ارکانِ تشبیہ : تشبیہ کے پانچ ارکان ہوتے ہیں۔

۱۔ مشبہ ۲۔ مشبہ بہ ۳۔ وجہ تشبیہ ۴۔ غرضِ تشبیہ ۵۔ حرفِ تشبیہ

۱۔ مشبہ: وہ چیز جس کو کسی دوسری چیز کی مانند قرار دیا جائے، مشبہ کہلاتی ہے۔ مندرجہ بالا شعر میں "لب" مشبہ ہے۔

۲۔ مشبہ بہ: وہ چیز جس سے تشبیہ دی جائے، مشبہ بہ کہلاتی ہے۔ شعر میں "گلاب کی پنکھڑی" مشبہ بہ ہے۔

۳۔ وجہِ تشبیہ: اس خوبی اور خصوصیت کو وجہِ تشبیہ کہتے ہیں جو مشبہ اور مشبہ بہ کے درمیان مشترک ہو۔ شعر میں "نازکی یا نزاکت" وجہِ تشبیہ ہے۔

۴۔ غرضِ تشبیہ: وہ مقصد جس کے لیے تشبیہ دی جا رہی ہے۔ شعر میں غرضِ تشبیہ محبوب کے حسن و جمال کو ظاہر کرنا تھا۔

۵۔ حرفِ تشبیہ: وہ حرف جو تشبیہ کے لیے استعمال کیا جائے اسے حرفِ تشبیہ کہتے ہیں۔ اوپر کے شعر میں "کی سی" حرفِ تشبیہ ہے۔

نوٹ: مشبہ اور مشبہ بہ کو طرفین تشبیہ بھی کہتے ہیں۔

۲۵۔ استعارہ : استعارہ کے لغوی معنی "ادھار لینا" کے ہیں۔ علم بیان کی اصطلاح میں جب کوئی لفظ اپنے حقیقی معنوں کی بجائے مجازی معنوں میں استعمال ہو اور اس کے حقیقی اور مجازی معنوں میں تشبیہ کا تعلق ہو تو اسے استعارہ کہتے ہیں۔ فرق صرف یہ ہے کہ اس میں حرفِ تشبیہ نہیں ہوتا۔ جیسے کسی خوبصورت شخص کو چاند کہہ دیا جائے، کسی عقلمند کو افلاطون کہہ دیا جائے۔ مثال:

پلکوں سے گر نہ جائیں یہ موتی سنبھال لو .... دنیا کے پاس دیکھنے والی نظر کہاں

۲۶۔ ارکانِ استعارہ : استعارہ کے تین ارکان ہوتے ہیں۔

۱۔ مستعار لہ ۲۔ مستعار منہ ۳۔ وجہ جامع

۱۔ مستعار لہ: جس چیز کے لیے لفظ ادھار لیا جائے۔ مندرجہ بالا شعر میں "آنسو" مستعار لہ ہے۔

۲: مستعار منہ: جو لفظ مستعار لیا جائے۔ مثلاً شعر میں "موتی" مستعار منہ ہے۔

۳۔ وجہ جامع: جس وجہ سے کوئی صفت مستعار لی جائے۔ یعنی مستعار لہ اور مستعار منہ کی مشترکہ صفت، وجہ جامع کہلاتی ہے۔

نوٹ: مستعار لہ اور مستعار منہ کو طرفین استعارہ کہا جاتا ہے۔

تشبیہ اور استعارہ میں فرق

استعارہ	تشبیہ
۱۔ ارکان تین ہوتے ہیں۔	۱۔ ارکان پانچ ہوتے ہیں۔

SOCHBADLOBYMAK

CamScanner

۔ شہر آشوب وہ نظم جس میں کسی شہر کی تباہی و بربادی کا ذکر کیا جاتا ہے اور اس پر افسوس کا اظہار کیا جاتا ہے اسے شہر آشوب کہتے ہیں

ظیر اکبر آبادی کے علاوہ اردو میں مرزا رفیع الدین کے شہر آشوب مشہور ہیں۔ مثال:

اس شہر کے فقیر، بھکاری جو ہیں تباہ.......................جس میں جا سوال وہ کرتے ہیں خوامخواہ

بھوکے ہیں کچھ بھجائیو بابا خدا کی راہ.......................واں سے صدا یہ آتی ہے:،، پھر مانگو،، جب تو آہ

کرتے ہیں ہونٹ اپنے وہ شرمسار بند

۔ مصرع مصرع کے لفظی معنی ''کواڑ'' کے ہیں۔ یعنی دروازے کا ایک تختہ۔ اصطلاح میں شعر کے آدھے حصے کو مصرع کہتے ہیں۔ مثال:

ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

ا۔ شعر لغت کی رو سے کسی چیز کے جاننے یا دریافت کرنے کو ''شعر'' کہتے ہیں۔ اصطلاح میں شعر وہ کلام جو وزن رکھتا ہو، بامعنی ہو، قافیہ تا ہو اور شاعر نے اپنے فن کو بروئے کار لاتے ہوئے اس کو موزوں کیا ہو۔ شعر کے دونوں مصرعوں کا ہم وزن ہونا ضروری ہے۔

اا۔ فرد ایسا شعر جس کے دونوں مصرعے ہم قافیہ ہوں، اور شاعر نے اس زمین میں صرف ایک ہی شعر کہا ہو، اسے فرد یا بیت بھی کہتے ہیں۔ مثال:

اا۔ غزل غزل کے لغوی معنی ،، ہرن کی دردناک چیخ،، اور عورتوں سے بات چیت کرنا کے ہیں۔ اصطلاح میں غزل سے مراد صنفِ سخن ہے۔ جس میں عشق و محبت اور درد و سوز کے مضامین بیان کیے جائیں۔ غزل کے پہلے دونوں مصرعے آپس میں ہم قافیہ ہوتے ہیں یہ عمو ہم ردیف بھی ہوتے ہیں وہ پہلا شعر مطلع کہلاتا ہے۔ غزل کے آخری شعر میں شاعر اپنا تخلص استعمال کرے تو اسے مقطع کہا جاتا ہے۔ غزل کا ہر شعر پنی جگہ ایک مکمل اکائی ہوتا ہے اس کا اگلے شعر سے تعلق ہونا ضروری نہیں۔ غزل کے اشعار کی تعداد مقرر نہیں۔ یہ کم سے پانچ اشعار اور زیادہ سے زیا سترہ اشعار پر مشتمل ہو سکتی ہے۔ شعراء نے اس سے زیادہ اشعار پر مشتمل غزلیں بھی کہی ہیں۔ غزل کے مضمون کی بھی کوئی قید نہیں دنیا کا ہر موضوع ل میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ غزل نے اردو شاعری کی آبرو برقرار رکھی ہے اور یہ اردو کی سب سے جاندار صنف کہلاتی ہے۔ مثال:

اخلاص دل سے چاہیے سجدہ نماز میں بے فائدہ ہے ورنہ جو یوں وقت کھوئیے

ا۔ غیر مردف غزل غزل کے لیے قافیہ ضروری ہے لیکن ردیف کے بغیر بھی غزل ہو سکتی ہے جس غزل میں ردیف نہ ہو'' رمردف'' غزل کہلاتی ہے۔ مثلاً

تجھے یاد کیا نہیں ہے مرے دل کا وہ زمانہ وہ ادب کہہ محبت وہ نگہ کا تازیانہ

۱۷۔ رباعی رباعی چار مصرعوں اور ایک ہی بحر کی حامل ایک مکمل نظم ہوتی ہے جس کا پہلا، دوسرا اور چوتھا مصرعہ ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ رباعی میں عام ر پر حکیمانہ مسائل پر تبصرہ کیا جاتا ہے۔ فارسی شاعر عمر خیام نے اس صنف میں ایک بلند ترین مقام حاصل کیا۔ یہ صنفِ سخن بھی فارسی کے ساتھ مخصوص تھی۔ مثال:

گلشن میں صبا کو جستجو تیری ہے بلبل کی زباں پہ گفتگو تیری ہے

ہر رنگ میں جلوہ تیری قدرت کا جس پھول کو سونگھتا ہوں، بو تیری ہے

۱۸۔ گیت سادہ اسلوب میں سچے اور کھرے خیالات و جذبات کا اظہار، جس میں عوامی رنگ غالب ہو اور جس کا تعلق آواز و ساز یعنی موسیقی سے ہو یت کہلاتا ہے۔ مثال:

کبھی کبھی میرے دل میں خیال آتا ہے کہ جیسے تجھ کو بنایا گیا ہے میرے لیے

ا۔ تضمین

تضمین کے لغوی معنی ہیں ملانا، شامل کرنا، ضامن لینا، ضمانت دینا۔ اصطلاح میں شاعری میں کسی دوسرے کے شعر پر مصرعہ یا بند لگانا تضمین کہلاتا ہے۔ مثال:

فرد کسی شاعر کا ایسا شعر جو تنہا ہو یعنی کسی نظم، غزل، قطعہ، قصیدہ یا مثنوی کا جز و نہ ہو۔ ایسے اشعار کے دونوں مصرعوں کا ہم قافیہ ہونا

SOCHBADLOBYMAK

CS CamScanner

۳۲۔ صنعتِ تضاد: کلام میں دو ایسے الفاظ استعمال کرنا جو معنی کے لحاظ ایک دوسرے کا الٹ/متضاد ہوں تو اسے صنعتِ تضاد کہتے ہیں۔ مثلاً

زمین چمن گل کھلاتی ہے کیا کیا .... بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

ایک سب آگ، ایک سب پانی .... دیدہ و دل عذاب ہیں دونوں

۳۳۔ صنعتِ تکرار/تکرار لفظی

تکرار کے معنی ضد کے بار بار دہرانے کے ہیں۔ علم بیان کی اصطلاح میں جب کلام میں خوبصورتی پیدا کرنے کے لیے ایک ہی لفظ بار بار دہرایا جائے تو اسے صنعتِ تکرار کہتے ہیں۔ مثلاً

وہ تھا جلوہ آر اگرتم نے موسیٰ
نہ دیکھا، نہ دیکھا، نہ دیکھا، نہ دیکھا

۳۴۔ صنعتِ حسن تعلیل: جب شاعر شعر میں کسی چیز کی ایسی وجہ یا سبب بیان کرتا ہے جو درحقیقت اس کی وجہ نہیں ہوتی تو اسے صنعتِ حسنِ تعلیل کہتے ہیں۔ مثلاً

رکھتی تھی پھونک کر قدم اپنا ہوائے سرد .... ڈرتا کہیں کہ دامن گل پر پڑے نہ گرد
پیاسی جو تھی سپاہِ خدا تین رات کی .... ساحل سے سر پٹکتی تھیں موجیں فرات کی

۳۵۔ صنعتِ تضمین: کسی شاعر کے ایک مصرعے پر دوسرا مصرعہ لگا کر نیا شعر کہنا 'صنعتِ تضمین' کہلاتا ہے۔ مثلاً

"یارب زمانہ مجھ کو مٹاتا ہے کس لیے" .... ہر شخص مجھ کو آنکھ دکھاتا ہے کس لیے
یہ امتحان مچھلی پھنسانے کا جال ہے .... "عالم تمام حلقہء دام خیال ہے"

احاطہ کرتا

۳۶۔ صنعتِ مراعاۃ النظیر ← مثال

کلام میں ایک ہی مضمون سے تعلق رکھنے والے یا ایک ہی چیز کی مناسبت والے الفاظ کو جمع کرنا/استعمال کرنا جن میں باہمی مماثلت ہو، تضاد نہ ہو، مراعاۃ النظیر کہلاتا ہے۔ مثلاً

زندگانی کی حقیقت کوہ کن کے دل سے پوچھ .... جوئے شیر و تیشہ و سنگ گراں ہے زندگی

۳۷۔ صنعتِ لف و نشر: لف کا مطلب 'لپیٹنا' اور نشر کا مطلب ہے 'پھیلانا' اگر شاعر کسی شعر میں کچھ اشیاء کا پہلے ذکر کرے پھر ان کے مناسبات کا ذکر کرے تو اسے صنعتِ لف و نشر کہتے ہیں۔ مثال

نہ ہمت، نہ قسمت، نہ دل ہے نہ آنکھیں .... نہ ڈھونڈا، نہ پایا، نہ سمجھا، نہ دیکھا

۳۸۔ صنعتِ تجنیس

جب دو لفظ ایسے لائے جائیں جو صورت میں ایک ہوں مگر معنی میں مختلف ہوں، دونوں الفاظ کے اجزاء میں مشابہت ہو، قریب المخرج ہوں، حروف یکساں ہوں تو اسے صنعتِ تجنیس کہا جاتا ہے۔ مثلاً

اقبال تیری قوم کا اقبال کھو گیا .... ماضی تو سنہرا ہے مگر حال کھو گیا

شعر میں ایک اقبال۔ تخلص، دوسرا اقبال۔ بلندی

چھوڑوں گا میں نہ اس بتِ کافر کا پوجنا .... چھوڑے نہ خلق گو مجھے کافر کہے بغیر

کافر۔ معشوق، کافر۔ خدا کا منکر، مومن کی ضد

۳۹۔ روزمرہ

علم بیان میں کوئی کلمہ یا فقرہ اگر اہل زبان کے اسلوب بیان، طریق اظہار اور گفتگو کے انداز کے مطابق ہو تو اسے روزمرہ کہتے ہیں۔ مثلاً دو چار، چار چھے، آٹھ دس وغیرہ روزمرہ ہیں۔

۴۰۔ محاورہ

محاورے کے لغوی معنی گفتگو اور بات چیت کے ہیں چاہے وہ گفتگو اہل زبان کے اسلوب کے مطابق ہو یا نہ ہو لیکن علم بیان کی اصطلاح میں اس کلمے یا کلام کو محاورہ کہتے ہیں جو اہل زبان کے اسلوب بیان کے مطابق ہو اور اپنے حقیقی معنی میں نہیں، مجازی معنی میں استعمال کیا جائے۔ مثلاً تارے گننا، چار

SOCHBADLOBYMAK

CamScanner

۱۔ [illegible] ہوتی ہے۔ ۲۔ مجازی ہوتی ہے۔

۲۔ حرفِ تشبیہ ہوتا ہے۔ ۳۔ حرفِ تشبیہ نہیں ہوتا۔

۳۔ ارکان میں سے کم از کم دو کا (مشبہ اور مشبہ بہ) کا ذکر ہوتا ہے۔ ۴۔ تین میں سے صرف ایک مستعار منہ کا ذکر ہوتا ہے۔

۴۔ علمِ بیان کی [illegible] شکل ہے۔ ۵۔ علمِ بیان کی انتہائی شکل ہے۔

۵۔ [illegible] ہے۔ ۶۔ بنیاد خیال پر ہوتی ہے۔

۲۔ صنعتِ مجازِ مرسل وہ لفظ جس کے مجازی معنی مراد ہوں مگر حقیقی اور مرادی معنوں میں تشبیہ کا تعلق نہ ہو۔ مثال

۱۔ [illegible] تک [illegible] نہیں پہنچتا۔ ۲۔ ہم آپ کی چشمِ عنایت کے محتاج ہیں۔

۳۔ [illegible] بھی [illegible]۔

[illegible] حقیقی معنوں میں جسم کا ایک جزو، جبکہ مجازی معنوں میں قدرت و امکان چشم، حقیقی معنوں میں آنکھ، جبکہ مجازی معنوں میں، توجہ، گلاس حقیقی معنوں [illegible] کا نام، جبکہ مجازی معنوں میں پانی کلمات کا یہ استعمال ،، مجازِ مرسل ،، کہلاتا ہے۔ مجازِ مرسل کے استعمال کی کئی صورتیں ہیں (۱) جزو کہہ کر کل مراد لینا..... جیسے یہ کہنا کہ "زندگی چار دن کی ہے،، یعنی زندگی کو فانی سمجھتے ہوئے چار دن کی کہا ہے۔ زندگی طویل بھی ہو سکتی ہے سو سال کی بھی ہو سکتی ہے۔ اسے چار دن کی زندگی کہا گویا جزو کہہ کر کل مراد لیا۔ (۲) کل کہہ کر جزو مراد لینا...... جیسے یہ کہنا کہ میں نے دنیا دیکھی ہے تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس نے دنیا کا کچھ حصہ دیکھا ہے۔ گویا کل کہہ کر جزو مراد لیا ہے۔ (۳) سبب بول کر نتیجہ مراد لینا...... جیسے یہ کہنا کہ آج بادل خوب برسا۔ یہاں بادل سبب ہے اس کا نتیجہ بارش ہے، کیونکہ بادل نہیں برستا بارش ہوتی ہے گویا بادل کہہ کر بارش مراد لی، یعنی سبب کہہ کر نتیجہ مراد لیا۔ (۴) مسبب کہہ کر سبب مراد لینا..... جیسے یہ کہنا کہ ،، آگ جل رہی ہے،، آگ نہیں جلتی بلکہ لکڑی جلتی ہے، یہاں آگ مسبب ہے اور لکڑی سبب، گویا ہم نے آگ (مسبب) کہا کیا اور مراد لکڑی (سبب) تھی۔

۳۔ صنعتِ کنایہ کنایہ کے معنی "اشارے، پوشیدہ بات" کے ہیں یعنی اشارے سے بات کرنا اور علمِ بیان کی اصطلاح میں ،، جب کوئی لفظ اپنے مجازی معنوں میں اس طرح استعمال ہو کہ اس سے حقیقی معنی بھی مراد لیے جا سکیں تو اسے کنایہ کہتے ہیں،،۔ اس سے بیان میں لطف پیدا ہوتا ہے اور بات واضح طور پر بیان بھی نہیں ہوتی۔ مثال:

صبح آیا جانبِ مشرق نظر .... اک نگارِ آتشیں رخ، سر کھلا

پہلے مصرع میں آفتاب کے لیے کنایہ ہے۔ شاعر نے ایک چیز کے لیے بہت سی صفتیں بیان کر دی ہیں:

۱۔ مشرق میں نظر آنا ۲۔ صبح کا وقت ۳۔ چہرہ گرم و سرخ ہونا ۴۔ سر جس پر کوئی بال نہ ہو اور بال کھلے اور پریشان ہوں یہ کلیہ ہے کہ کنایہ ہمیشہ تصریح و توضیح سے زیادہ لطف دیتا ہے۔

۱۔ کنایہ قریب کنایہ قریب کا مطلب ہے وہ کنایہ جو جلد سمجھ میں آ جائے اور اس کے لیے زیادہ غور و فکر کی ضرورت نہ پڑے۔ مثلاً سفید ریش بوڑھے آدمی کو کہتے ہیں۔ اسی طرح سفید پوش شریف آدمی کو کہتے ہیں۔

کیوں سے عرضِ مضطرب مومن صنم آخر خدا نہیں ہوتا

یہاں "صنم" کا لفظ محبوب کے لیے کنایہ قریب ہے۔

۲۔ کنایہ بعید کنایہ بعید اس کو کہتے ہیں جو فوراً سمجھ میں نہ آئے اور اس تک پہنچنے کے لیے سوچ بچار سے کام لیا جائے۔ اس میں عام طور پر کسی چیز کی صفات بیان کی جاتی ہیں۔ جن کی مدد سے اس چیز تک پہنچا جا سکتا ہے۔ مثلاً

صبح آیا جانبِ مشرق نظر اک نگار آتشیں رخ سر کھلا

غالب کے اس شعر میں سورج سے تعلق رکھنے والی تمام صفات بیان کی گئی ہیں۔ یعنی صبح کے وقت مشرق کی جانب نظر آنے والا۔ آگ کی طرح چہرہ رکھنے والا اور سر کھلا یعنی صاف ظاہر وغیرہ۔ ان صفات سے پتہ چلتا ہے کہ غالب کا سورج ہے۔

۴۔ صنعتِ تلمیح تلمیح کے لغوی معنی "اشارہ کرنا" یا "سرسری نگاہ دوڑانا"۔ ادبی اصطلاح میں کلام میں کسی فرضی، رومانوی یا تاریخی واقعے، کسی قرآنی آیت، حدیث، مشہور قول یا کسی شعر کی طرف کہ اشارہ کرنا صنعتِ تلمیح کہلاتا ہے۔ مثلاً: آتشِ نمرود، چاہِ یوسف، کوہِ طور، قارون، جامِ جم طوفانِ نوح، صبرِ ایوب، مجنوں، قیس، لیلیٰ، وادی، کوہ کن، شبِ معراج وغیرہ مشہور تلمیحات ہیں۔

قتلِ حسین اصل میں مرگِ یزید ہے اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

SOCHBADLOBYMAK

CamScanner

نثری اصناف

۴۵۔ ناول

اس نثری قصے کو کہتے ہیں جس کا موضوع انسانی زندگی ہو اور ناول نگار زندگی کے مختلف پہلوؤں کا مکمل اور گہرا مشاہدہ کرنے کے بعد ایک خاص سلیقے اور ترتیب کے ساتھ اپنے تجربات و مشاہدات کو کہانی یا قصہ کی شکل میں پیش کر دے۔ اردو ادب کے چند مشہور ناول: امراؤ جان ادا، مراۃ العروس، توبۃ النصوح، فسانۂ آزاد

۴۶۔ افسانہ

افسانہ ،،ناول،، ہی کی ترقی یافتہ صورت ہے۔ جس کا موضوع کوئی ایک کردار، واقعہ، یا تجربہ ہو سکتا ہے۔ افسانہ مختصر ہوتا ہے۔ تمام کرداروں کی عکاسی کرنے کی بجائے صرف اشاروں کنایوں میں بات کہہ کر قاری کی فہم و ادراک پر چھوڑ دی جاتی ہے۔

۴۷۔ داستان

داستان کے لغوی معنی ہے قصہ، کہانی لیکن اصطلاح میں داستان سے مراد وہ صنف نثر ہے جو ایک طویل قصہ ہے۔ جس کی فضا جادوئی، واقعات مافوق الفطرت اور غیر معمولی، اس کا پلاٹ تخیلاتی اور اس کے اجزا و عناصر اس قدر غیر معمولی ہوں کہ پڑھنے اور سننے والے کو ورطۂ حیرت میں مبتلا کر دے۔ ہر داستان بہت سے قصوں پر مشتمل ہوتی ہے اور ہر قصہ اپنی ہیئت اور ماہیئت کے اعتبار سے ایک مکمل قصہ ہوتا ہے۔

۴۸۔ ڈرامہ لفظ ڈرامہ یونانی لفظ ،،ڈراؤ،، سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں ،،عمل کر کے دکھانا،، اصطلاح میں ،،ڈرامہ زندگی کی عملی تصویر کا نام ہے یا یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ ڈرامہ الفاظ و عمل دونوں کے مجموعے کا نام ہے،، اس کے موضوعات میں حیاتِ انسانی کا کوئی بھی پہلو سما سکتا ہے۔ دیگر اصنافِ ادب کے برعکس ڈرامہ میں الفاظ و عمل کے ذریعے متعلقہ موضوع کو مکالمے اور کرداروں کی مدد سے دکھانا آسان ہے۔

۴۹۔ مضمون

وہ معلوماتی تحریر جس میں زندگی کے متعلق کسی بھی معین یا مقررہ موضوع پر اپنے خیالات و احساسات کا اظہار مدلل طریقے سے شگفتہ اور ادبی انداز میں کیا جائے، مضمون کہلاتی ہے۔

۵۰۔ خاکہ نگاری

خاکہ کے لفظی معنی ہیں ڈھانچہ، نقشہ اور خاکہ کھینچنا کے معنی ہیں کسی کی تصویر کشی الفاظ کی صورت میں کرنا۔ اصطلاح میں خاکہ سے مراد وہ تحریر ہے جس میں کسی شخصیت کے خدوخال اور اس کے کردار کی نمایاں خوبیاں اس طرح بیان کی جائیں کہ اس تحریر سے اس شخصیت کی بھرپور سوانح، مکمل وضع قطع، کردار و گفتار اور عقائد و نظریات کی جامع تصویر قاری کے سامنے آ جائے۔ گویا قلمی خاکہ دراصل شکل و صورت اور کردار و نظریات کی ایک قلمی اور لفظی صورت ہوتی ہے۔

۵۱۔ آپ بیتی اپنے قلم سے اپنے حالاتِ زندگی لکھنے کا نام آپ بیتی ہے۔ آپ بیتی ایک شخصی صنف ہے جس میں مصنف اپنی زندگی کے حالات و واقعات اپنے قلم سے اپنی زبانی بیان کرتا ہے۔ ان حالات و واقعات میں ایک تسلسل ہوتا ہے۔

۵۲۔ سفرنامہ

سفرنامہ ایک ایسی ادبی صنف ہے جس میں مصنف اپنے کسی دیارِ غیر کے سفر کے دوران یا بعد میں مشاہدات، تجربات، واقعات اور اکثر اوقات قلبی واردات کو حسین پیرائے میں بیان کرتا ہے۔ سفرنامے کے فنی لوازمات میں سب سے پہلے سفر ضروری ہے کیونکہ اس کے بغیر سفرنامہ وجود میں نہیں آ سکتا۔ اس کے بعد سفرنامہ نگار ہلکے پھلکے ادبی انداز کو اپنا کر سفرنامہ لکھتا ہے۔ اس کے لیے زبان و بیان کی چاشنی، خارجی منظر نگاری، تاریخ، جغرافیہ، تہذیب و ثقافت اور علم و دانش کے علاوہ معنی آفرینی کی بھی ضرورت ہوتی ہے۔

۵۳۔ لوک کہانی

ایسی کہانی جو تحریری شکل میں نہیں ہوتی بلکہ مختلف خطوں اور معاشرے کے لوگوں میں سینہ بہ سینہ اور نسل در نسل چلتی رہے۔ اس میں مختلف علاقوں کی نسبت سے تبدیلیاں بھی آتی رہتی ہیں اس کو لوک کہانی کہتے ہیں۔ ہیر رانجھا، سوہنی مہیوال، آدم جان درخانئی اور سسی پنوں مشہور لوک کہانیاں ہیں۔

۵۳۔ کالم نگاری

کالم انگریزی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی فوج کی ایک تنظیم کے ساتھ کھڑے ہونے کے ہیں۔ اس مناسبت سے کسی چیز کو جو منظم قطار میں ہو کالم کہتے ہیں۔

SOCHBADLOBYMAK

CamScanner

[redacted]

...رنگ جانا، پانی میں آگ لگانا، پانی پانی کرنا، آسمان سے باتیں کرنا، مٹھی گرم کرنا وغیرہ محاورے ہیں۔

امدادی فعل

امدادی فعل یا معاون فعل سے مراد ایسے افعال ہیں جو دوسرے فعلوں کے ساتھ مل کر مرکب فعل بناتے ہیں۔ امدادی افعال میں بعض ایسے افعال ہیں جو ہمیشہ دوسرے افعال کے ساتھ ہی استعمال ہوتے ہیں۔ اکیلے نہیں ہوتے جیسے چکنا، لگنا، سکنا، کرنا، ہونا، اٹھنا، پڑنا، آنا وغیرہ۔ مگر بعض ایسے ہیں جو اکیلے بھی استعمال کیے جاتے ہیں۔ اس صورت میں ان کے معنی مختلف ہوتے ہیں۔

۳۔ اسم مصدر کی تعریف

اسم ہے جو خود تو کسی سے نہ بنے لیکن اس سے بہت سے اسم اور فعل بنیں۔ جیسے لکھنا سے لکھنے والا، لکھا، لکھ وغیرہ، مصدر کی اقسام میں سے ایک قسم مرکب مصدر ہے جس کی تعریف یوں ہے۔

۴۔ مرکب مصدر کی تعریف

ایسے اسم کو کہتے ہیں جو کسی مصدر کے شروع میں کوئی لفظ لگا کر دوسرا مصدر بنا لیتے ہیں۔ مثلاً آنا، بولنا، کہنا، کرنا، جانا، مصدر ہیں جبکہ نیند آنا، جھوٹ بولنا، سچ کہنا، بات کرنا، روٹھ جانا مرکب مصادر ہیں۔

۴۳۔ متعلق فعل کی تعریف

وہ فعل جو عام فعل یا صفت کے معنوں میں اضافہ کر کے اسے مزید واضح اور بامعنی بنا دے اسے متعلق فعل کہتے ہیں۔ اسے تابع فعل بھی کہتے ہیں۔ مثلاً اگر کلام میں حروف جار، میں، سے، کو، پر، تک وغیرہ آ جائیں اور ان کے ساتھ معنی مکمل نہ ہو رہا ہو تو یہ فعل لایا جاتا ہے۔ جیسے ''گھر میں'' اس جملے سے معنی مکمل سمجھ نہیں آتا، اس کے ساتھ ہم نے کوئی فعل مثلاً ''داخل ہوا'' لگایا۔ یعنی ''میں گھر میں داخل ہوا'' ''داخل ہوا'' فعل کو متعلق فعل کہیں گے۔ اسی طرح جملہ کہ ''میں نے زید کے چہرے پر خوبصورتی دیکھی'' خوبصورتی صفت ہے اور جملے میں حروف جار استعمال ہوا ہے، گویا جملے میں صفت کا تعین کیا گیا ہے۔ کیونکہ ''میں نے زید کے چہرے پر دیکھی'' کہنے سے جملہ واضح نہیں ہوتا۔

۴۴۔ فعل کی فاعل اور مفعول کی مناسبت سے تبدیلی

(۱) اگر فاعل واحد ہو تو فعل بھی واحد آئے گا اور اگر فاعل جمع ہو تو فعل بھی جمع آئے گا۔ مثلاً حاجی آیا۔ حجاج آئے۔، خادم پانی لایا۔ خدام پانی لائے۔

(۲) فاعل مذکر ہوگا تو فعل بھی مذکر ہوگا اور اگر فاعل مونث ہو تو فعل بھی مونث ہوتا ہے۔ مثلاً بھائی سبق پڑھ رہا ہے۔ بہن سبق پڑھ رہی ہے۔

(۳) اگر فاعل دو انسان ہوں اور حروف عطف سے ملے ہوں تو فعل جمع آئے گا۔ ابوبکر اور فیصل نماز پڑھنے گئے۔ شمائلہ اور طوبیٰ صبح سویرے اٹھیں۔

(۴) اگر فاعل انسان نہ ہو تو اور حروف عطف سے ملا ہو تو فعل واحد ہوگا۔ مثلاً بلبل اور چڑیا پنجرے میں ہے۔ گھوڑا اور گاڑی بک گئی۔

(۵) اگر فاعل کے ساتھ تاکیدی کلمہ آئے تو فعل جمع ہوگا۔ مثلاً بلبل اور چڑیا دونوں پنجرے میں ہیں۔

(۶) دو واحد اسم، حرف عطف کے بغیر جمع کی حالت ظاہر کریں تو فعل جمع ہوگا۔ مثلاً ماموں بھانجا لڑ پڑے۔ کاغذ قلم میز پر ہیں۔

(۷) جب فاعل کی عزت اور تعظیم ملحوظ ہو تو فعل جمع آتا ہے۔ مثلاً علامہ اقبال عظیم شاعر ہیں۔ والد صاحب حج کو گئے۔

(۸) اگر جملے میں اک سے زیادہ مفعول ہوں تو فعل آخری مفعول کے مطابق واحد یا جمع ہوتا ہے۔ مثلاً اقبال خلیل نے چار تولیے اور ایک رومال خریدا۔ یا۔ اقبال خلیل نے ایک رومال اور چار تولیے خریدے۔

(۹) جب جملے میں ایک سے زیادہ مفعول ہوں تو فعل آخری مفعول کے مطابق مذکر یا مونث آتا ہے۔ مثلاً امجد نے مکان اور دکان فروخت کر دی۔ یا امجد نے دکان اور مکان فروخت کر دیا۔

(۱۰) اگر مفعول کے ساتھ علامتِ مفعول 'کو' ہو تو فعل کا صیغہ ہمیشہ واحد مذکر ہوتا ہے۔ مثلاً حذیفہ نے کتابوں کو میز پر رکھا۔

(۱۱) اگر 'کو' کی علامتِ مفعول نہ ہو تو پھر فعل کا صیغہ مفعول کے مطابق مذکر، مونث یا واحد، جمع ہوگا۔ مثلاً حذیفہ نے کتابیں میز پر رکھیں۔ عبداللہ نے خط لکھا۔ عبداللہ نے خطوط لکھے۔

SOCHBADLOBYMAK

CS CamScanner